پوس کی رات

ہلکو نے اپنی بیوی سے آکر کہا۔ "شہنا آیا ہے۔ لاؤ، جو روپے رکھے ہیں اسے دے دوں۔ کسی طرح گردن تو چھوٹے۔"

منی بہو جھاڑو لگا رہی تھیں، پیچھے پھر کر بولی۔ "تین ہی تو روپے ہیں دے دوں، تو کمبل کہاں سے آئے گا؟ ماگھ پوس کی رات کھیت میں کیسے کٹے گی۔ اس سے کہہ دو کہ فصل پر روپے دے دیں گے، ابھی نہیں ہے۔"

ہلکو تھوڑی دیر تک چپ کھڑا رہا اور اپنے دل میں سوچتا رہا: پوس سر پر آگیا ہے، بغیر کمبل کے رات کو وہ کسی طرح کھیت پر نہیں سو سکتا مگر شہنا مانے گا نہیں۔ وہ گھڑکیاں دے گا، گالیاں سنائے گا۔ بلا سے جاڑے میں مریں گے، یہ بلا تو سر سے ٹل جائے گی ـــــ یہ سوچتا ہوا وہ اپنا بھاری جسم لیے ہوئے جو اس کے نام کو غلط ثابت کر رہا تھا، اپنی بیوی کے پاس گیا اور خوشامدانہ لہجے میں بولا۔ "لا دے دے گردن تو کسی طرح سے بچے، کمبل کے لیے کوئی تدبیر سوچوں گا ـــــ"

منی اس کے پاس سے دور ہٹ گئی اور آنکھیں ٹیڑھی کر کے: "کر چکے دوسری تدبیر ذرا سنوں کون سی تدبیر کرو گے؟ کون کمبل خیرات میں دے دے گا۔ نہ جانے کتنا روپیہ باقی ہے، جو کسی طرح ادا ہی نہیں ہوتا۔ میں کہتی ہوں، تم کھیتی کیوں نہیں چھوڑ دیتے۔ مر مر کر کام کرو، پیداوار ہو تو اس سے باقی ادا کرو۔ چلو چھٹی ہوئی۔ باقی چکانے کے لیے ہی تو ہمارا جنم ہوا ہے ـــــ ایسی کھیتی سے باز آئے۔ میں روپے نہ دوں گی، نہ دوں گی۔"

ہلکو رنجیدہ ہو کر بولا ـــــ "تو کیا گالیاں کھاؤں؟"

منّی نے کہا۔ "گالی کیوں دے گا؟ کیا اس کا راج ہے؟" مگر یہ کہنے کے ساتھ ہی اس کی تنی ہوئی بھویں ڈھیلی پڑ گئیں ـــــ ہلکو کی بات میں جو دل ہلا دینے والی سچائی تھی، معلوم ہوتا تھا کہ وہ اس کی جانب ٹکٹکی باندھے ہوئے دیکھ رہی تھی ـــــ اس نے طاق پر سے پیسے اٹھائے اور لاکر ہلکو کے ہاتھ پر رکھ دیے۔ پھر بولی۔ "تم اب کھیتی چھوڑ دو مزدوری میں سکھ سے ایک روٹی تو چین سے کھانے کو ملے گی۔ کسی کی دھونس تو نہ رہے گی ـــــ اچھی کھیتی ہے، مزدوری کرکے لاؤ وہ بھی اسی میں جھونک دو۔ اس پر سے دھونس الگ!"

ہلکو نے روپے لیے اور اس طرح باہر چلا کہ معلوم ہوتا تھا کہ وہ اپنا کلیجہ نکال کر دینے جارہا ہے۔ اس نے ایک ایک پیسہ کاٹ کر تین روپے کمبل کے لیے جمع کیے تھے۔ وہ آج نکلے جارہے ہیں۔ ایک ایک قدم کے ساتھ اس کا دماغ اپنی ناداری کے بوجھ سے دبا جارہا تھا!

2

پوس کی اندھیری رات، آسمان پر تارے بھی ٹھٹھرے ہوئے معلوم ہوتے تھے ہلکو اپنے کھیت کے کنارے اوکھ کی پتیوں کی ایک چھتری کے نیچے بانس کے کھٹولے پر اپنی پرانی گاڑھے کی چادر اوڑھے ہوئے کانپ رہا تھا۔ کھٹولے کے نیچے اس کا ساتھی کتا "جبرا" پیٹ میں منہ ڈالے سردی سے کوں کوں کر رہا تھا ـــــ دونوں میں سے ایک کو بھی نیند نہ آتی تھی۔

ہلکو نے گھٹنوں کو گردن میں چمٹاتے ہوئے کہا: "کیوں جبرا جاڑا لگتا ہے ـــــ کہا تو تھا کہ گھر میں پیال پر لیٹ رہ۔ تو یہاں کیا لینے آیا تھا۔ اب کھا سردی۔ میں کیا کروں۔ جانتے تھے کہ میں حلوہ پوری کھانے جارہا ہوں۔ دوڑتے ہوئے آگے آگے چلے آئے۔ اب روؤ اپنی نانی کے نام کو ـــــ"

جبرا نے پڑے پڑے دُم ہلائی اور ایک جمائی لے کر چپ ہوگیا۔ شاید وہ سمجھ گیا تھا کہ اس کی کوں کوں کی آواز سے اس کے مالک کو نیند نہیں آرہی ہے ـــــ

ہلکو نے ہاتھ نکال کر جبرا کی ٹھنڈی پیٹھ سہلاتے ہوئے کہا: "کل سے میرے ساتھ نہ آنا، نہیں تو ٹھنڈے ہو جاؤ گے۔ یہ رانڈ پچھوا ہوا نہ جانے کہاں سے برف لیے آ رہی ہے۔ اُٹھو پھر ایک چلم بھرو۔ کسی طرح رات تو کٹے۔ اُٹھ چل تو پی چکا ـــــ یہ کھیتی کا مزہ ہے اور بھگوان کچھ ایسے ہیں ـــــ جن کے پاس جاڑا جائے تو گرمی سے گھبرا کر بھاگے۔ موٹے موٹے گدّے، لحاف، کمبل۔ مجال ہے کہ جاڑے کا گزر ہو جائے۔ تقدیر کی خوبی ہے۔ مزدوری ہم کریں، مزہ دوسرے لوٹیں۔"

ہلکو اٹھا اور گڑھے میں سے ذرا سی آگ نکال کر چلم بھری۔ جبرا بھی اُٹھ بیٹھا۔ ہلکو نے چلم پیتے ہوئے کہا۔ "پیئے گا چلم؛ جاڑا تو کیا جاتا ہے۔ ہاں ذرا من بہل جاتا ہے۔"

جبرا نے اس کی جانب محبت بھری نگاہوں سے دیکھا۔ ہلکو نے کہا۔ "آج اور جاڑا کھا لے۔ کل سے میں یہاں پیال بچھا دوں گا۔ اس میں گھس کر بیٹھنا جاڑا نہ لگے گا ـــــ"

جبرا نے اگلے پنجے اس کے گھٹنوں پر رکھ دیے اور اس کے منہ کے پاس اپنا منہ لے گیا۔ ہلکو کو اس کی گرم سانس لگی۔ چلم پی کر ہلکو پھر لیٹا اور یہ طے کر لیا کہ چاہے جو کچھ بھی ہو، اب کی سو جاؤں گا۔ لیکن ایک لمحہ میں اس کا کلیجہ کانپنے لگا۔ کبھی اس کروٹ لیتا کبھی اُس کروٹ۔ جاڑا کسی بھوت کی مانند اس کی چھاتی کو دبائے ہوئے تھا۔

جب کسی طرح نہ رہا گیا تو اُس نے جبرا کو دھیرے سے اٹھایا اور اس کے سر کو تھپ تھپا کر اسے اپنی گود میں سلا لیا۔ کتے کے جسم سے معلوم نہیں کیسی بدبو آ رہی تھی پر اسے اپنی گود سے چمٹائے ہوئے ایسا سکھ معلوم ہوتا تھا جو ادھر مہینوں سے اسے نہ ملا تھا۔ جبرا شاید یہ خیال کر رہا تھا کہ جنت یہیں ہے اور ہلکو کی روح اتنی پاک تھی کہ اس کو کتے سے بالکل نفرت نہ تھی۔ وہ اپنی غریبی سے پریشان تھا جس کی وجہ سے وہ اس حالت کو پہنچ گیا تھا۔ ایسی انوکھی دوستی نے اس کی روح کے سب دروازے کھول دیے تھے اور اس کا ایک ایک ذرہ حقیقی روشنی سے منوّر ہو گیا تھا۔ اسی اثنا میں جبرا نے کسی جانور کی آہٹ سُنی۔ اس کے مالک کی اس خالص روحانیت نے اس کے دل میں ایک نئی طاقت پیدا کر دی تھی جو ہوا کے ٹھنڈے جھونکوں کو بھی ناچیز سمجھ رہی تھی۔ وہ جھپٹ کر اٹھا اور چھپر سے باہر آ کر بھونکنے لگا۔

ہلکو نے اسے کئی بار پچکار کر بلایا پر وہ اس کے پاس نہ آیا۔ کھیت میں چاروں

طرف دوڑ دوڑ کر بھونکتا رہا۔ ایک لمحہ کے لیے آبھی جاتا تو فوراً ہی پھر دوڑتا۔ فرض کی ادائیگی نے اسے بے چین کر رکھا تھا۔

3

ایک گھنٹہ گزر گیا، سردی بڑھنے لگی۔ ہلکو اُٹھ بیٹھا اور دونوں گھٹنوں کو چھاتی سے ملاکر سر کو چھپالیا۔ پھر بھی سردی کم نہ ہوئی۔ ایسا معلوم ہوتا تھا کہ سارا خون منجمد ہوگیا ہے، اس نے اُٹھ کر آسمان کی جانب دیکھا۔ ابھی کتنی رات باقی ہے؟ وہ سات ستارے جو قطب کے گرد گھومتے ہیں، ابھی اپنا نصف دورہ بھی ختم نہیں کر پائے تھے۔ جب وہ اوپر آجائیں گے تو کہیں سویرا ہوگا۔ ابھی ایک پہر سے زیادہ رات باقی ہے۔

ہلکو کے کھیت سے تھوڑی دور کے فاصلے پر ایک باغ تھا۔ پت جھڑ شروع ہوگیا تھا—— باغ میں پتّوں کا ڈھیر لگا ہوا تھا۔ ہلکو نے سوچا چل کر پتیاں بٹوروں اور اُن کو جلاکر خوب تاپوں۔ رات کو کوئی پتیاں بٹورتے دیکھے تو سمجھے گا کہ کوئی بھوت ہے۔ کون جانے کوئی جانور ہی چھپا بیٹھا ہو مگر اب تو بیٹھے نہیں رہا جاتا۔

اس نے پاس کے ارہر کے کھیت میں جاکر پودے اُکھاڑے اور اس کا ایک جھاڑو بناکر ہاتھ میں سُلگتا ہوا اوپلہ لیے باغ کی طرف چلا۔ جبرا نے اُسے جاتے دیکھا تو پاس آیا اور دُم ہلانے لگا۔

ہلکو نے کہا۔ "اب تو نہیں رہا جاتا۔ جبرو، چلو باغ میں پتیاں بٹور کر تاپیں۔ ٹانٹے ہوجائیں گے تو پھر آکر سوئیں گے، ابھی تو رات بہت ہے۔"

جبرا نے کوں کوں کرتے ہوئے اپنے مالک کی رائے سے اتفاق کیا اور آگے آگے باغ کی جانب چلا۔ باغ میں گھٹاٹوپ اندھیرا چھایا ہوا تھا۔ درختوں سے شبنم کی بوندیں ٹپ ٹپ ٹپک رہی تھیں—— یکایک ایک جھونکا مہندی کے پھولوں کی خوشبو لیے ہوئے آیا——

ہلکو نے کہا—— "کیسی اچھی مہک آئی جبرا——! تمھاری ناک میں بھی کچھ خوشبو آرہی ہے؟"

جبرا کو کہیں زمین پر ایک ہڈی پڑی مل گئی تھی، وہ اسے چچوڑ رہا تھا۔

ہلکو نے آگ زمین پر رکھ دی اور پتیاں بٹورنے لگا۔ تھوڑی دیر میں پتیوں کا ایک ڈھیر لگ گیا۔ ہاتھ ٹھٹھرے جاتے تھے، ننگے پاؤں گلے جاتے تھے، اور وہ پتیوں کا پہاڑ کھڑا کر رہا تھا۔ اسی الاؤ میں وہ سردی کو جلا کر خاک کر دے گا۔

تھوڑی دیر میں الاؤ جل اٹھا۔ اس کی لو اوپر والے درخت کی پتیوں کو چھو چھو کر بھاگنے لگی۔ اس ہلتی ہوئی روشنی میں باغ کے عالی شان درخت ایسے معلوم ہوتے تھے جیسے وہ اس لاانتہا اندھیرے کو اپنی گردن پر سنبھالے ہوں۔ تاریکی کے اس اتھاہ سمندر میں روشنی ایک ناؤ کی مانند ہوتی تھی۔

ہلکو الاؤ کے سامنے بیٹھا ہوا آگ تاپ رہا تھا۔ ایک منٹ میں اس نے اپنی چادر بغل میں دبائی اور دونوں پاؤں پھیلا دیے گویا وہ سردی کو للکار کر کہہ رہا تھا ——"تیرے جی میں جو آئے وہ کر ——" سردی کی اس بے پایاں طاقت پر فتح پا کر وہ خوشی کو چھپا نہ سکتا تھا ——

اس نے جبرا سے کہا،"کیوں جبرے اب تو ٹھنڈ نہیں لگ رہی؟"

جبرا نے کوں کوں کرکے گویا کہا۔" اب کیا ٹھنڈ لگتی ہی رہے گی!"

"پہلے یہ تدبیر نہیں سوجھی، نہیں تو اتنی ٹھنڈ کیوں کھاتے؟"

جبرا نے دُم ہلائی ——

"اچھا آؤ، اس الاؤ کو کود کر پار کریں۔ دیکھیں کون نکل جاتا ہے۔ اگر جل گئے، بچّہ تو میں دوا نہ کروں گا۔"

جبرا نے خوف زدہ نگاہوں سے الاؤ کی طرف دیکھا۔

"منّی سے کل نہ کہہ دینا ورنہ لڑائی کرے گی ——"

یہ کہتا ہوا وہ اچھلا اور اس الاؤ کے اوپر سے صاف نکل گیا۔ پیروں میں ذرا سی لپٹ لگ گئی پر وہ کوئی بات نہ تھی۔ جبرا الاؤ کے گرد گھوم کر اس کے پاس آ کھڑا ہوا۔

ہلکو نے کہا۔"چلو چلو، اس کی نہیں۔ اوپر سے کود کر آؤ۔"

وہ پھر کودا اور الاؤ کے اس پار آ گیا۔

4

پتیاں جل چکی تھیں ـــــ باغیچے میں پھر اندھیرا چھا گیا تھا۔ راکھ کے نیچے ابھی کچھ کچھ آگ باقی تھی۔ جو ہوا کا جھونکا آنے پر ذرا جاگ اٹھتی تھی پر ایک لمحے میں پھر آنکھیں بند کر لیتی تھی۔

ہلکو نے پھر چادر اوڑھ لی۔ اور گرم راکھ کے پاس بیٹھا ہوا ایک گیت گنگنانے لگا۔ اس کے جسم میں گرمی آگئی تھی ـــــ پر جوں جوں سردی بڑھتی جاتی تھی، اسے سستی دبائے لیتی تھی۔

دفعتاً جبرا زور سے بھونک کر کھیت کی طرف بھاگا۔ ہلکو کو ایسا معلوم ہوا کہ جانوروں کا ایک غول اس کے کھیت میں آگیا ہے ـــــ شاید نیل گایوں کا تھا۔ ان کے کودنے اور دوڑنے کی آوازیں صاف سنائی دے رہی تھیں ـــــ پھر ایسا معلوم ہوا کہ وہ کھیت میں چر رہی ہیں۔

اس نے دل میں کہا۔ "نہیں جبرا کے ہوتے ہوئے کوئی جانور کھیت میں نہیں آسکتا نوچ ہی ڈالے گا ـــــ مجھے وہم ہو رہا ہے! اب تو کچھ سنائی نہیں دیتا۔ مجھے بھی کیسا دھوکا ہوا ـــــ!

اس نے زور سے آواز لگائی "جبرا ـــ جبرا ـــــ"

جبرا بھونکتا رہا۔ اس کے پاس نہ آیا۔

جانوروں کے چرنے کی آواز چر چر سنائی دینے لگی۔ ہلکو اب اپنے کو فریب نہ دے سکا مگر اسے اس وقت اپنی جگہ سے ہلنا زہر معلوم ہوتا تھا۔ کیسا گرمایا ہوا مزے سے بیٹھا تھا ـــــ اس جاڑے پالے میں کھیت میں جانا، جانوروں کو بھگانا ـــــ ان کا پیچھا کرنا اسے پہاڑ معلوم ہوتا تھا۔ اپنی جگہ سے نہ ہلا۔ بیٹھے بیٹھے جانوروں کو بھگانے کے لیے چلانے لگا ـــــ

"ہلو، ہلو، ہو، ہو، ہاہا ـ!"

مگر جبرا پھر بھونک اٹھا ـــــ جانور کھیت چر رہے تھے فصل تیار ہے مگر یہ ظالم جانور

اس کا ستیاناس کیے ڈالتے ہیں۔"

ہلکو پکا ارادہ کر کے اُٹھا اور دو تین قدم چلا۔ پھر یکایک ہوا کا ایک ایسا ٹھنڈا چبھنے والا، بچھو کے ڈنک کا سا جھونکا لگا کہ وہ پھر بجھتے ہوئے الاؤ کے پاس آ بیٹھا اور راکھ کو کُرید کُرید کر اپنے ٹھنڈے جسم کو گرمانے لگا۔

جبرا اپنا گلا پھاڑے ڈالتا تھا۔ نیل گائیں کھیت کا صفایا کیے ڈالتی تھیں اور ہلکو گرم راکھ کے پاس خاموش بیٹھا تھا۔ افسردگی نے اسے چاروں طرف سے رسّی کی طرح جکڑ رکھا تھا۔

اسی راکھ کے پاس زمین پر وہ چادر اوڑھ کر سو گیا۔

سویرے جب اس کی آنکھ کھلی تو دیکھا چاروں طرف دھوپ پھیل گئی تھی۔ اور منّی کھڑی کہہ رہی تھی ——"تم کہاں آکر مر گئے ادھر سارا کھیت چوپٹ ہو گیا۔"

ہلکو نے اُٹھ کر کہا۔"کیا تو کھیت سے ہو کر آ رہی ہے؟"

منّی بولی۔"ہاں، سارے کھیت کا ستیاناس ہو گیا۔ بھلا ایسا بھی کوئی سوتا ہے۔ تمھارے یہاں منڈیا ڈالنے سے کیا فائدہ ہوا؟"

ہلکو نے بہانہ کیا۔"میں مرتے مرتے بچا، تجھے اپنے کھیت کی پڑی ہے۔ پیٹ میں ایسا درد اٹھا تھا کہ میں ہی جانتا ہوں۔"

دونوں پھر کھیت کے ڈانڈے پر آئے۔ دیکھا کھیت میں ایک پودے کا نام نہیں۔ اور جبرا منڈیا کے نیچے چت پڑا ہے ——گویا بدن میں جان ہی نہیں ہے——

دونوں کھیت کی طرف دیکھ رہے تھے۔ منّی کے چہرے پر اداسی چھائی ہوئی تھی مگر ہلکو خوش تھا——

منّی نے فکر مند ہو کر کہا۔"اب مجوری کر کے مال گجاری دینی پڑے گی۔"

ہلکو نے خوشی کے لہجے میں کہا۔"رات کو ٹھنڈ میں یہاں سونا تو نہ پڑے گا۔"

"میں اس کھیت کا لگان نہ دوں گی۔ کہے دیتی ہوں کہ جینے کے لیے کھیتی کرتے ہیں، مرنے کے لیے نہیں کرتے——"

"جبرا ابھی تک سویا ہوا ہے۔ اتنا تو کبھی نہ سوتا تھا——"

"آج جا کر شہنا سے کہہ دو کہ کھیت جانور چر گئے۔ ہم ایک پیسہ نہ دیں گے۔"

"رات بڑے گجب کی سردی تھی۔"

"میں کیا کہتی ہوں، تم کیا سنتے ہو ——"

"تو گالی کھلانے کی بات کہہ رہی ہے۔ شہنا کو ان باتوں سے کیا مطلب۔ تمھارا کھیت چاہے جانوروں نے کھایا، چاہے آگ لگ جائے، چاہے اولے پڑ جائیں، اسے تو اپنی مال گجاری چاہیے۔"

"تو چھوڑ دو کھیتی، میں ایسی کھیتی سے باز آئی ——"

ہلکو نے مایوسانہ انداز سے کہا —— "جی میں تو میرے بھی یہی آتا ہے کہ کھیتی باڑی چھوڑ دوں۔ منّی تجھ سے سچ کہتا ہوں مگر مجوری کا خیال کرتا ہوں تو جی گھبرا اٹھتا ہے۔ کسان کا بیٹا ہو کر اب مجوری نہ کروں گا۔ چاہے کتنی ہی دُرگت ہو جائے، کھیتی کا کام نہ بگاڑوں گا۔ جبرا! جبرا! کیا سوتا ہی رہے گا۔ چل گھر چلیں ——"